میلادِ رضوی

حضرت مولانا ظفر الدین قادری بہاری رحمۃ اللہ علیہ

بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ لاہور پاکستان

مُصنف

حضرت مولانا ظفر الدین قادری بہاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ اہتمام

بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ لاہور پاکستان

سلسلہ اشاعت نمبر ۴۹

نام کتاب ـــــــــــ میلادِ رضوی
مصنف ـــــــــــ مولانا ظفر الدین قادری بہاریؒ
دیباچہ ـــــــــــ ڈاکٹر مختار الدین احمد
اشاعتِ اوّل ـــــــــــ ربیع الاوّل شریف ۱۴۱۶ھ
تعداد ـــــــــــ گیارہ سو
ناشر ـــــــــــ بزمِ عاشقانِ مصطفٰے

ہدیہ دُعائے خیر بحق معاونین

بیرون جات کے حضرات ۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے حاصل کریں۔

ناشر: بزمِ عاشقانِ مصطفٰے

مکان نمبر ۲۵، زبیر سٹریٹ نمبر ۳۲، فلیمنگ روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفے چند

ڈاکٹر مختار الدین احمد (ایم۔ اے، پی ایچ ڈی ڈی فل (آکسن)
سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، انڈیا

صوبۂ بہار کا قدیم شہر پاٹلی پتر شاجہاں کے عہد میں پٹنہ کہلایا۔ ملا سعد پٹنوی اس عہد کے مشہور عالم اور مصنف گزرے ہیں۔ جب شہزادہ عظیم الشان اس شہر میں ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء میں تخت نشین ہوا تو شہر کا نام عظیم آباد رکھا گیا۔ انگریزوں کے عہد میں اس کا نام پھر پٹنہ ہوگیا اور آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ لیکن یہاں کے مصنفین و شعراء اور مشاہیر پٹنوی کی جگہ اپنے کو عظیم آبادی لکھنا پسند کرتے ہیں۔

صوبۂ بہار قدیم زمانے سے تصوف کا گہوارہ رہا ہے۔ عظیم آباد اور اس کے قرب و نواح کی سرزمین صوفیائے کرام کا مسکن رہی ہے۔ یہاں قادریہ، فردوسیہ، چشتیہ، سہروردیہ وغیرہ سلسلوں کی متعدد خانقاہیں صدیوں سے آباد ہیں اور طالبان حق کے لیے شمع ہدایت کا کام کرتی رہی ہیں۔ پٹنہ میں درگاہ شاہ ارزانیؒ، آستانہ حضرت رکن الدین عشقؒ تکیہ شریف، خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ میتن گھاٹ، خانقاہ شاہ کی املی، خانقاہ عمادیہ مجیبیہ منگل تالاب، قصبۂ بہار شریفؒ میں دائرہ اور انبیر شریف کی خانقاہیں ہیں لیکن سب سے بڑی اور مشہور خانقاہ مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کی ہے۔ فتوحہ میں خانقاہ بلخیہ، منیر شریف میں خانقاہ حضرت شاہ دولتؒ، پھلواری میں خانقاہ مجیبیہ، خانقاہ سلیمانیہ اور خانقاہ فریدیہ، داناپور میں آستانہ چشتیہ نظامیہ اور

خانقاہ ابوالعلائیہ سہسرام میں خانقاہ کبیریہ کے علاوہ بہار کے دوسرے شہروں اور قصبات میں بزرگان دین کے متعدد آستانے اور خانقاہیں ہیں جو امتداد زمانہ کے باوجود اب بھی آباد ہیں۔

"درگاہ شاہ ارزاں" قدیم پٹنہ کی قدیم درگاہوں میں ہے۔ اس کے موسس دسویں / گیارہویں صدی ہجری کے ایک بزرگ شاہ ارزاں" (متوفی ۱۰۲۸ھ) ہیں۔ انھی کے نام پر پٹنہ کا مشہور محلّہ درگاہ شاہ ارزاں آباد ہے۔ اس کے متعلق ایک قدیم تذکرہ نگار آقا حسین قلی خان عاشق عظیم آبادی (متوفی بعد از ۱۲۵۲ھ) تذکرۂ نشتر عشق (سال تکمیل ۱۲۳۳ھ) میں لکھتے ہیں:

"شاہ ارزاں" نامی فقیر اور سیاحت پیشہ تھے۔ ۱۰۲۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی درگاہ بہت عالی شان مکانات پر مشتمل ہے۔ ہر پنج شنبہ کو قرب و جوار کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ہر سال شاہ ارزانی کا اور دو تین عرس ان کے مریدوں کا ہوا کرتا ہے۔ زیادہ تر روسا و عمائد شہر اور دور دراز کے فقراء جمع ہوتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں یہ اصحاب دو تین دنوں تک روز و شب وہیں قیام کرتے ہیں"۔

شیخ غلام یحیٰ حضور عظیم آبادی (متوفی ۱۲۰۶ھ) نے جو سلسلۂ چشتیہ ابوالعلائیہ کے متوسلین میں تھے، ۸۳ اشعار کی ایک مثنوی درگاہ شاہ ارزاں کی تعریف میں لکھی ہے۔ اس مثنوی کے نو شعر نواب علی ابراہیم خاں خلیل عظیم آبادی (متوفی ۱۲۰۸ھ) نے تذکرۂ گلزار ابراہیم میں "مثنوی در تعریف درگاہ شاہ ارزاں کہ بہ بلدۂ عظیم آباد واقع است" کے عنوان کے تحت نقل کیے ہیں۔ مکمل مثنوی منتخب دیوان کے اس نسخے میں موجود ہے جو کتب خانہ عمادیہ مجیبیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی میں محفوظ ہے۔[1] یہاں اس سے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں:

خدا اگر مری آنکھوں کو دیوے بینائی
تو کیجیے عالم کثرت میں سیر یکتائی

گل ظہور سے اس کے ہیں یہ جہاں گلزار
جو چشم ہوئے تو ٹک دیکھئے یہ باغ و بہار
بندھی ہے کیا ہی تہ آسماں یہ صورت دہر
بسے ہیں صفحہ روئے زمیں پہ کیا کیا شہر
خصوص ہند میں دہلی جو ہے وہ شان نشیں
عجب یہ شہر ہے دنیا میں رشک خلد بریں
رواں کروں ہوں مَیں اس کو سوئے عظیم آباد
کہ وہ بھی زور ہے بستی رکھے کریم آباد
صفت میں کیا کروں اس کی کہ جانتے ہیں تمام
جہاں تلک ہیں زمانے میں بھی خواص و عوام
جو لوگ بولتے ہیں صوبہ بہار ہے یہ
بہ کسر بے غلط العام ہے بہار ہے یہ
بزرگوار وہاں ہر جگہ ہیں آسودہ
بجا ہے سر وہاں جائے قدم ہو گر سودہ
وہ سرزمیں کی صفت مہربان کیا کہئے
یہاں تو ہل نہیں سکتی زباں کیا کہئے
خصوص ایک ہے درگاہ شاہ ارزاں کی
وہاں جو دیکھا تو حیراں ہے عقل انساں کی
مزار پر جو وہ گنبد ہے مثل قبۂ نور
وہاں ہے جلوہ نما کچھ عجب طرح کا ظہور
کسی کا بہر زیارت گزار ہو اندر
تو دیکھے کیا نظر آتا ہے حق کا واں منظر
بیاض و وسعت گنبد کو کوئی گر دیکھے

اور اس کی وہ کرویت لحاظ کر دیکھے
تو ہو یقیں کہ یہ آسمان نور کا ہے
زمیں پہ جلوہ خدا ہی کے یاں ظہور کا ہے
مراد مانگنے کا کبھی گر کوئی خیال کرے
یا اس جناب میں چاہے کچھ عرض حال کرے
تو قبل ازیں کہ وہ مطلب زبان پر آوے
امید جتنی ہے اس کی تمام بر آوے

درگاہ شاہ ارزاں کے بزرگوں میں سید شاہ بسنت ارزاں شاہی (متوفی ۱۱۵۸ھ) شاہ کریم اللہ (متوفی ۱۱۸۵ھ) اور ان کے مرید شاہ سعداللہ ملقب بہ عشق علی شاہ ارزاں شاہی (متوفی قبل از ۱۲۳۱ھ) قابل ذکر ہیں۔ موخر الذکر شاعر تھے۔ "شاہ" تخلص کرتے تھے۔ میر غلام حسین شورش عظیم آبادی نے اپنے تذکرے میں انہیں خواجہ میردرد کا شاگرد لکھا ہے۔ ان کی کلیات سے حضرت سجاد پھلواری سے فیض حاصل کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ کلیات شاہ کا ایک نسخہ کتب خانہ خانقاہ شاہ ارزاں میں محفوظ ہے۔

محمد جعفر خان راغب دہلوی (متوفی ۱۲۱۷ھ) جب دہلی سے عظیم آباد آئے تو انہوں نے درگاہ شاہ ارزاں کی بھی زیارت کی۔ انہوں نے ایک مثنوی میں عشق علی شاہ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے دو شعر یہ ہیں:

پٹنہ ہے مرا مولد و مسکن درگاہ
ہے عشق علی نام و تخلص ہے (شاہ)
یعنی ہے یہ خاکسار ارزاں شاہی
مرشد کا ہمارے اسم ہے کریم اللہ
جو ہیں عشق علی، شاہ آگاہ عشق
سخن گو ہیں اور ہادی راہ عشق

حقائق سے تو یاں تک آگاہ ہیں
کہ چرخ معارف کے وہ ماہ ہیں

انہی کے بارے میں شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی (متوفی ۱۲۳۸ھ) کی مدحیہ رباعی ان کے دیوان میں موجود ہے:

دل تیرا وہ آئینہ درخشاں پایا
عکس دو جہاں جس میں نمایاں پایا
حاصل ہو فیض معنوی تجھ سے مجھے
یہ گوہر مکنوں بہت ارزاں پایا

شاہ ارزاںؒ سے بعد تک کے سجادہ نشینوں کا مکمل شجرہ خانقاہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔(۲) بعد کے بزرگوں میں جن سجادہ نشینوں کا ذکر میں نے سنا وہ داتا نجف شاہ اور کلن شاہ تھے(۳) اور جنہیں میں نے دیکھا وہ شاہ واجد حسین، شاہ حامد حسین اور شاہ عاشق حسین ہیں۔ داتا نجف شاہ نامور بزرگ گزرے ہیں۔ بہتوں کو انہوں نے فیض پہنچایا۔ کلن شاہ بہت ضعیف ہو کر سجادہ نشین ہوئے۔ انہیں خانقاہ کی خدمت کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ وہ سات آٹھ سال کے بعد ہی ۱۳۱۶ھ میں وفات پا گئے۔ ان کے صاحب زادے شاہ واجد حسین سجادہ نشین نہیں ہوئے، اس لیے کہ اس خانقاہ کے سجادہ نشیں جہاں تک میں نے سنا ہے، عزلت نشیں اور غیر متاہل ہوا کرتے تھے اور شاہ صاحب کی متعدد شادیاں ہوئی تھیں اور وہ کثیر الاولاد تھے۔ کلن شاہ کی وفات کے بعد شاہ واجد حسین کے بڑے صاحب زادے شاہ حامد حسین ۱۳۱۶ھ میں سجادے پر بٹھائے گئے۔ یہ اس وقت نسبتاً کم عمر تھے۔ یہ تاحیات مجرد رہے۔ ان کی وفات (۱۱ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ) کے بعد شاہ واجد حسینؒ کی موجودگی میں ان کے چھوٹے صاحب زادے شاہ عاشق حسین سجادہ نشین ہوئے اور بفضلہ اب تک خانقاہ کا انتظام دیکھ رہے ہیں۔ متعدد بھائیوں کی موجودگی میں ان کے انتخاب کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ ان کے سارے بھائی جو ان سے عمر میں بڑے تھے، شادی شدہ تھے اور یہ

اس وقت تک غیر متاہل تھے۔

خانقاہ شاہ ارزاں کے سجادہ نشینوں اور عقیدت مندوں میں عشق علی شاہ کے علاوہ متقدمین میں اور بھی شعرا گزرے ہوں تو تعجب نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ شعرا کے تذکروں میں ان کا ذکر نہ آیا ہو۔ بہرحال متاخرین میں کثرت سے شعرا ملتے ہیں۔ میں نے بچپن میں شاہ واجد حسین کو دیکھا تھا۔ ستر پچھتر کی عمر ہوگی۔ ربیع الاول شریف کی محفلوں میں موئے مبارک کی زیارت یہی کراتے تھے۔ سبز پگڑی اور کمر میں سبز پٹکا باندھتے تھے۔ شاعر تھے، واجد تخلص کرتے تھے۔ اگر نوح ناروی سے مشورہ سخن کرتے ہوں تو عجب نہیں۔ میں نے متعدد مشاعروں اور نجی صحبتوں میں حضرت واجد کی غزلیں ان کی زبان سے سنی ہیں۔ شاہ حامد حسین حامد عظیم آبادی داغ کے شاگرد تھے۔ ان کی وفات کے بعد وہ اپنے خواجہ تاش حضرت احسن مارہروی متوفی ۱۹۴۰ء سے مشورۂ سخن کرنے لگے تھے۔

احسن مارہروی سے تعلقات کی وجہ داغ کی شاگردی تھی اور یہی وجہ تھی کہ داغ کے مشہور شاگرد نوح ناروی (متوفی ۱۹۶۲ء) خانقاہ شاہ ارزاں" آکر شاہ صاحب کے ساتھ ہفتوں قیام پذیر ہوتے تھے۔ انھی کا شعر ہے:

آتا ہے دوڑ دوڑ کے "پٹنہ" وہ بار بار
"حامد" کی ڈیوڑھی "نوح" کی جاگیر ہوگئی

نوح ناروی جب پٹنہ آتے تو ان کے اعزاز میں پٹنہ، داناپور اور دوسرے مقامات پر متعدد مشاعرے منعقد ہوتے۔ شاہ واجد حسین کے صاحب زادوں میں شاہ حامد حسین (سجادہ نشین) شاہ محمود حسین، شاہ محامد حسین، شاہ ارشاد حسین اور شاہ عاشق حسین (موجودہ سجادہ نشین) کو میں نے دیکھا۔ بعض سے بعد کو تعلقات بھی رہے۔ ان میں سے ہر ایک شاعر ہے اور ان کے اشعار میں نے ان کی زبان سے بارہا سنے ہیں، زیادہ تر مشاعروں میں۔

کسی زمانے میں عظیم آباد میں مشاعرے بہت اہتمام سے ہوا کرتے تھے۔ سید

بادشاہ نواب عشرتی، رئیس محلہ گزری پٹنہ سٹی کا ایک مشاعرہ جو اکتوبر ۱۹۰۲ء میں منعقد ہوا تھا، چھ دنوں تک جاری رہا تھا۔ اس میں چھ طرحیں دی گئی تھیں(۴) ایک مشاعرہ درگاہ شاہ ارزاں میں ۱۲ اپریل اور ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو ایسا منعقد ہوا تھا جو دو دن اور دو رات تک ہوتا رہا۔ پھر بھی سنا تھا کہ کچھ شعرائے کرام پڑھنے سے رہ گئے(۵) اسی درگاہ میں ایک مشاعرہ میرے بچپن میں منعقد ہوا تھا جو ایک دن ایک رات ہوتا رہا۔ میں کم عمر تھا اس زمانے میں لیکن اس کی کچھ یادیں اب بھی حافظے میں تازہ ہیں۔ دو مصرع طرح رہ گئے تھے۔ ایک "محتاج آفتاب نہیں ماہتاب کا" اور دوسری طرح کا مصرع تھا "عاشق کی زندگی بھی سراسر عذاب ہے" متعدد شعرائے کرام نے دونوں طرحوں میں غزلیں لکھی تھیں اور بعض حضرات نے طویل غزلیں اور چند ایک نے دو غزلہ بلکہ سہ غزلہ سنا کر حاضرین کو اپنے کلام بلاغت نظام سے مستفید کیا تھا۔ کیا فرصت و فراغ کا زمانہ تھا وہ بھی۔

نوح ناروی مشاعرے میں شرکت کے لیے نارہ --- الہ آباد سے آئے تھے۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دونوں غزلیں جو انہوں نے والد علیہ الرحمتہ کو پیش کی تھیں، بہت دنوں تک ان کے قلمدان میں محفوظ رہیں۔

شاہ حامد حسین حامد عظیم آبادی کا دیوان ردیف وار ان کی زندگی میں مرتب ہوچکا تھا اور اس عہد کے متعدد نامور شعراء کے قطعات تاریخ آخر میں درج تھے۔ کچھ نثری تقریظیں بھی تھیں۔ میں نے دیوان کا قلمی نسخہ دیکھا تھا۔ ایک تقریظ حضرت ملک العلماءؒ کی بھی تھی۔ دیوان حامد کئی سال ہوئے پروفیسر محمد یوسف خورشیدی (سابق صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی) نے بہار اردو اکیڈمی کے تعاون سے پٹنہ سے ۱۹۷۹ء میں شائع کردیا ہے۔

شاہ واجد حسین کے ایک بیٹے شاہ محمود حسین محمود، ملک العلماء سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ بعض وجوہ کی بنا پر ملک العلماءؒ نے اپنی تصنیف جامع الاقوال فی رویتہ الھلال" انہی کے نام سے شائع کرائی۔ یہ شاہ بودا کے نام سے مشہور تھے۔ یہ

آخر عمر میں خانقاہ ابوالعلائیہ الہ آباد کے سجادہ نشین سید شاہ عزیز احمد صاحب کے پاس جا کر مقیم ہوگئے تھے اور غالباً انہوں نے الہ آباد ہی میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے شاہ مقصود حسین تھے۔ یہ بھی شاعر تھے اور مقصود تخلص کرتے تھے۔

شاہ واجد حسین کے چھوٹے صاحبزادے سید شاہ عاشق حسین عاشق عظیم آبادی بھی حضرت نوح ناروی کے مستفیضین میں ہیں۔ انہوں نے مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تعلیم حاصل کی اور منتھیات انہوں نے ملک العلماء سے ان کی زندگی کے آخری زمانے میں ان کے مکان "ظفر منزل" میں آکر تمام کیں۔ درگاہ شاہ ارزاںؒ کے موجودہ سجادہ نشین یہی ہیں۔

میرے والد ماجد ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفرالدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۹۶۲ء) کا عظیم آباد بلکہ صوبہ بہار کی بیشتر خانقاہوں سے گہرا تعلق رہا۔ خاص طور پر جہاں سلسلۂ قادریہ کے بزرگان دین تھے۔ اس عہد کے سجادہ نشین حضرات انہیں بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ خانقاہوں کے متوسلین میں بھی وہ ہر دل عزیز تھے۔ نیاز، فاتحہ، میلاد شریف، رجبی شریف، زیارت تبرکات وغیرہ مسائل کے خلاف جب بھی دوسرے مسلک کے حضرات آواز اٹھاتے تو ملک العلماء زبان و قلم دونوں سے مدافعت کرتے اور ان خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات کی مدد کے لیے سینہ سپر ہو جاتے۔ وہ ان خانقاہوں میں میلاد کی مجالس اور عرس کے موقع پر حاضر ہونے کی ضرور کوشش کرتے۔ شوال کے مہینے میں حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (متوفی ۷۸۳ء) کے عرس میں قصبۂ بہار شریف جاتے۔ وہیں شاہ مجتبیٰ احمد ایک خانقاہ کے سجادہ نشین تھے جو رجبی شریف کے جلسے بڑے اہتمام سے کرتے اور حضرت کو مدعو کرتے۔ وہ جاتے اور واقعۂ معراج کے موضوع پر بڑی روح پرور علمی تقریریں کرتے۔ حضرت تاج فقیہہ (متوفی ۶۹۰ھ) اور حضرت شاہ دولت فردوسی (متوفی ۱۰۱۷ھ) کے عرس میں منیر شریف، حضرت شاہ اکبر ابوالعلائی (متوفی ۱۳۲۷ھ) کے عرس میں داناپور تشریف لے جایا کرتے

تھے۔ بہار شریف میں شاہ امین احمد ثبات (متوفی ۱۳۲۱ھ) کے خلفاء مسترشدین شاہ براتی، شاہ محمد شفیع، منیر شریف میں شاہ محمد امان اللہ فردوسی (متوفی ۱۳۴۶ھ) اور شاہ محمد عنایت اللہ فردوسی، میتن گھاٹ تکیہ شریف میں شاہ حمید الدین احمد (متوفی ۱۳۶۴ھ) داناپور میں شاہ محمد محسن ابوالعلائی، سجادہ نشین خانقاہ ابوالعلائیہ اور سید شاہ محمد قائم قتیل رضوی چشتی نظامی سجادہ نشین آستانہ چشتیہ نظامیہ سے گہرے تعلقات تھے۔ خانقاہ قادریہ مجیبیہ زینبیہ پھلواری شریف کے حضرت شاہ بدر الدین قادری زلیبنی (متوفی ۱۳۴۳ھ) حضرت شاہ محی الدین قادری، شاہ محمد قمر الدین اور شاہ محمد نظام الدین سے بھی ان کے بہت خوشگوار تعلقات تھے۔ امارت شرعیہ کے قیام اور رویت ہلال کے مسئلے میں اگرچہ حضرت، پھلواری کے اصحاب سے اختلاف رکھتے تھے اور ان کا زبان و قلم سے اظہار بھی کرتے تھے لیکن وہاں کے حضرات ملک العلماء کے علم و فضل، ان کے تقدس اور ان کی اعتدال پسندی کی وجہ سے ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ تاج العارفین پیر مجیب اللہ عمادی قادریؒ (متوفی ۱۱۹۶ھ) کا عرس پھلواری میں بہت اہتمام سے ہوتا ہے اور ماہ ربیع الاول شریف میں یکم سے دوازدہم تک وہاں روزانہ میلاد شریف کی محفلیں، قرآن خوانی، درود خوانی ہوتی ہے اور موے مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ وہ اس موقع پر اکثر شریک ہوتے۔ پھلواری ہی کی خانقاہ سلیمانیہ میں بھی ان کی آمد و رفت تھی۔ ان کے تعلقات حضرت شاہ محمد سلیمان قادری پھلواروی (متوفی ۱۳۰۴ھ) اور ان کے صاحبزادگان شاہ حسن میاں، شاہ حسین میاں، شاہ غلام حسنین (گلو میاں) اور شاہ محمد جعفر پھلواری (متوفی ۱۹۸۲ء) سے ہمیشہ خوشگوار رہے۔ شاہ محمد عزالدین ندوی اسی خاندان کے ایک فرد تھے جن کی تقریظ صحیح البہاری شریف طبع اول میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کے مراسم پھلواری شریف ہی کی تیسری خانقاہ، خانقاہ فریدیہ سے بھی تھے جن کا سلسلہ طریقت حضرت خواجہ عماد الدین قلندر پھلواروی (متوفی ۱۱۲۴ھ) سے ملتا ہے۔ حضرت پیر مجیبؒ کے پوتے محی الساکین، حضرت نورالحق "تپاںؒ" (متوفی ۱۲۳۳ھ) بوجوہ، پھلواری شریف چھوڑ کر منگل تالاب (شیخ مٹھا کی

گڑھی) پٹنہ سٹی چلے گئے اور وہاں انہوں نے خانقاہ عمادیہ قلندریہ کی بنیاد رکھی اور رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کیں۔ گزشتہ صدی کے دونوں سجادہ نشین حضرات، سید شاہ حبیب الحق عمادی (متوفی ۱۳۶۱ھ) اور سید شاہ صبیح الحق عمادی (متوفی ۱۳۹۵ھ) ملک العلماء کے معاصرین میں تھے اور موخر الذکر سے تو گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان کے صاجزادے سید شاہ فرید الحق عمادی خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین ہیں اور حضرت کے آخری زمانے کے شاگرد۔ یہاں میلاد کی محفلوں اور عرسوں میں ملک العلماء برابر شرکت کرتے اور ایک زمانے میں تو وہ ہر ہفتہ وہاں تشریف لے جاتے اور پنج شنبہ کی رات خانقاہ میں گزار کر واپس تشریف لاتے۔ شاہ محمد صبیح الحق اور ان کے عزیز اور دوست مولانا سید شاہ عبدالمنان قادری چشتی ہر ہفتہ ظفر منزل، شاہ گنج صبح کو تشریف لاتے اور شام کی چائے نوش کر کے تشریف لے جاتے۔

درگاہ شاہ ارزاںؒ محلہ شاہ گنج اور محلہ سلطان گنج کے درمیان واقع ہے۔ یہ بہت وسیع محلہ ہے۔ جہاں اس وقت درگاہ ہے، وہاں ہزاروں سال پہلے بودھوں کی وسیع خانقاہ تھی جو بعد کو ایسی نیست و نابود ہوئی کہ اب اس کے آثار بھی نہیں ملتے۔ گیارہویں صدی ہجری میں شاہ ارزاںؒ یہاں آکر متمکن ہوئے، خانقاہ قائم کی جس پر ان کی وفات کے بعد ان کے خلفا متمکن ہوتے رہے۔ خانقاہ کے اخراجات کے لیے سلطنت مغلیہ نے متعدد مواضع پیش کیے تھے۔ شاہ حامد حسین اس خانقاہ کے گیارہویں سجادہ نشین تھے۔ سجادہ نشین صاحبان کی آل و اولاد اور ان کے متوسلین و مریدین کے افراد درگاہ کے آس پاس میں آباد ہوگئے تھے اور پورا محلہ، محلہ درگاہ کے نام سے مشہور تھا اور اب بھی ہے۔

درگاہ شاہ ارزاںؒ میں آئے دن شاہ ارزاں اور ان کے خلفاء کے عرس ہوا کرتے تھے۔ موئے مبارک کی زیارت کرائی جاتی تھی۔ ربیع الاول شریف میں خاص طور پر اور دوسرے مہینوں میں عام طور پر خانقاہ ہی میں نہیں، محلے کے گھروں میں میلاد کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ شاہ حامد حسین کے متوسلین میں ایک صاحب محمد

حبیب یاد آتے ہیں۔ خوش گلو تھے اور ان کی آواز بڑی پاٹ دار تھی۔ خاندانوں میں زیادہ تر یہی حضرت میلاد شریف پڑھتے تھے۔ چھپے ہوئے مطبوعہ میلاد ناموں سے۔ کچھ حصہ نثر پڑھنے کے بعد درمیان میں نعتیں سناتے تھے جو زیادہ تر شاہ حامد حسین صاحب کی لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔ مروجہ میلاد ناموں سے سامعین کی دلچسپی کم ہونے لگی تھی کہ وہ بار بار یہی روایات سنتے تھے اور بار بار یہی نعتیں۔ بعض باتیں اکثر حاضرین کے فہم سے بالا ہوتیں۔ موضوع روایات کی بھی کمی نہیں ہوتی تھی ۔ ان وجوہ کی بنا پر سجادہ نشین صاحب نے ملک العلماء سے فرمائش کی کہ معتبر و مستند روایات پر مشتمل ایک میلاد نامہ لکھ دیجئے جو عوام و خواص دونوں کی دلچسپی کا ہو۔ شاہ صاحب نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار اور حصول ثواب کے لیے اپنی بعض نعتوں کے شمول کی بھی خواہش کی۔ ملک العلماء نے دو تین نشستوں میں یہ میلاد نامہ مکمل کر کے انہیں دے دیا۔ اس کی نقلیں خاصی تعداد میں محلہ درگاہ کے رہنے والوں نے لے لیں اور وہاں کے گھرانے میں یہ "میلاد نامہ" پڑھا جانے لگا۔ کتب خانہ خاص میں تلاش کرنے پر اس کی کئی مکمل و غیر مکمل نقلیں ملیں۔ یہ "میلاد نامہ" جو کبھی "میلاد حامدی" اور کبھی "میلاد رضوی" کے نام سے موسوم رہا، آج تک شائع نہیں ہوا تھا۔ خدا جزائے خیر دے عزیزم آصف حسین صاحب، ناظم بزم عاشقان مصطفیٰ، لاہور کو جو اسے شائع کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں اور اپنے پیارے نبی کا پیارا ذکر دور دور تک پھیلا رہے ہیں۔

علی گڑھ، ۳۱ مارچ ۱۹۹۵ء ۲۹ شوال ۱۴۱۵ھ

مختار الدین احمد
سابق صدر شعبۂ عربی و ناظم ادارۂ علوم اسلامیہ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حواشی

۱۔ "دیوانِ حضور" راقم الحروف نے مرتب کرکے ۱۹۷۷ میں دہلی سے شائع کردیا ہے۔

۲۔ میں ڈاکٹر حسین احمد (کتب خانہ خدابخش، پٹنہ) کا ممنون ہوں، جنھوں نے شاہ ارزاں اور ان کے خلفاء اور سجادہ نشینوں کے اسمائے گرامی اور ان کی تاریخ ہائے وفات لکھ کر مجھے بھیجی ہیں۔ یہ افادہ عام کے لیے ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱) دیوان شاہ ارزانی (متوفی ۳ ذوالحجہ ۱۰۲۸ھ) (۲) شاہ سجاول دیوان (۲ ذوالقعدہ ۱۰۶۴ھ) (۳) شاہ شہباز (۲۹ محرم ۱۱۲۶ھ) (۴) سید شاہ بسنت (۱۸ رجب ۱۱۵۸ھ) (۵) شاہ کریم اللہ (۴ جمادی الاول ۱۱۸۵ھ) (۶) شاہ غلام حسن (۶ رمضان ۱۲۱۱ھ) (۷) شاہ کریم بخش (۱۵ ذوالحجہ ۱۲۵۲ھ) (۸) شاہ عباداللہ (۲۸ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ) (۹) سید شاہ غلام نجف (یکم شعبان ۱۳۰۸ھ) (۱۰) شاہ حیدر علی (۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۱۶ھ) (۱۱) سید شاہ حامد حسین (۱۱ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ)

۳۔ سید شاہ غلام نجف عرف عام میں داتا نجف شاہ اور شاہ حیدر علی صاحب، کلن شاہ کہلاتے تھے۔ اسی طرح موسس خانقاہ حضرت شاہ ارزاں دیوان شاہ ارزانی کے عرف سے مشہور تھے۔

۴۔ طرحیں یہ تھیں: (۱) "ہمراہ شب تار سر روش ہوئی دھوپ"۔ (۲) "قد ناپتی ہے زلف رسا میرے پاؤں تک"۔ (۳) "موت کا پیغام ہے اپنے لیے تاخیر صبح"۔ (۴) "پرنور صورت رخ روشن ہے آفتاب"۔ (۵) "تمھارے کوچے میں میری تربت برائے نام و نشاں رہے گی"۔ (۶) "پر جھاڑتے ہیں مرغ سحر بولتے نہیں"۔

۵۔ صیاد آیا، شمشاد آیا مشاعرے کی زمین تھی۔ داغ کے شاگرد مرزا سراج الدین احمد خان سائل دہلوی (متوفی ۱۹۴۵ء) بھی شریک محفل تھے۔ قطعہ کے اس مصرع: "انگلیاں اٹھنے لگیں داغ کا داماد آیا" پر اعتراض کیا گیا کہ انگلیاں اٹھنا عیب نمائی کے لیے آتا ہے۔ اعتراض سن کر سائل بھی گھبرا گئے۔ شاید معترضین کی نظر انیس کے اس مصرع پر نہیں گئی: "اٹھتی تھیں انگلیاں کہ ہے یہ ذی کمال تیغ"۔

۶۔ پاکستان کے مشہور عالم و خطیب و ادیب لبیب مولانا سید حسن مثنیٰ ندوی نعیم کراچی انھی حسن میاں کے صاحبزادے ہیں۔

میلاد رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سیدنا و مولانا محمد کلما ذکرک و ذکرہٖ الذاکرون ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سیدنا و مولانا محمد کلما غفل عن ذکرک وعن ذکرہ الغافلون ۝ وصلی علی جمیع الانبیاء والمرسلین ۝ والملٰئکۃ المقربین ۝ وعلی عبادک الصا لحین ۝ وعلینا معھم وبھم ولھم و فیھم اجمعین ۝ الی یوم الدین ۝

حمد الٰہی

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

خداوند! میری زبان اور تیری تعریف، میرا علم اور تیری توصیف میرا ادراک اور تیری ثنا میری آنکھیں اور تیرا جلوہ

کہاں وہ اور کہاں یہ فہم و ادراک
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

فکر ادنیٰ ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا — وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا
طور ہی پر نہیں موقوف اجالا تیرا — کون سے گھر میں نہیں جلوہ زیبا تیرا
پار اترتا ہے کوئی غرق کوئی ہوتا ہے — کہیں پایاب کہیں جوش میں دریا تیرا
باغ میں پھول ہوا شمع بنا محفل میں — جوش نیرنگ در آغوش ہے جلوہ تیرا
ہر سحر نغمہ مرغان نوا سنج کا شور — گونجتا ہے تیرے اوصاف سے صحرا تیرا
ہیں ترے نام سے آبادی و صحرا آباد — شہر میں ذکر تیرا دشت میں چرچا تیرا
میکدہ میں ہے ترانہ تو اذاں مسجد میں — وصف ہوتا ہے نئے رنگ سے ہر جا تیرا
سارے عالم کو تو مشتاق تجلی پایا — پوچھنے جائیے اب کس سے ٹھکانہ تیرا
اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے — تو میرا مالک و مولیٰ ہے میں بندہ تیرا

خداوند! تیری کنہ تک رسائی محال تیری حقیقت تک وصول ناممکن یہ تیرا ہی کرم ہے کہ اپنی ذات و صفات کا مظہر بنا کر سید الانبیاء سند الاصفیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کو ہم لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا، جن سے تیری ذات آشکار ہوئی۔ لاکھوں پردوں کے باوجود لوگوں کو تیرے وجود کا یقین ہوا۔ عرش سے فرش تک سمک سے سماک تک ہر نشیب و فراز میں سب نے تجھے جانا۔ شقی ازلی کے سوا اندھے مادر زاد نے بھی تجھے پہچانا۔ الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر ہر ایک شخص کی زبان پر تیرا ذکر ہے۔ بحر میں تیرا چرچا، بر میں تیرا تذکرہ کون سر ہے جس میں تیرا سودا نہیں۔ کون سی جگہ ہے جہاں تیرا جلو نہیں۔ شجر حجر، برگ و ثمر ہر چیز تیرا پتہ دیتی ہے۔ ہر ایک کی زبان حال تیرا نام بتا دیتی ہے۔ دنیا کی چیزیں رنگ میں مختلف شکل میں مختلف افعال و خواص میں مختلف منافع و مضار میں مختلف مگر سب کی سب تیری ذات پر شاہد دلیل ہونے میں متحد الخیال، متحد الاقوال سب ایک زبان ایک بیان ہیں۔ من کان اللہ لہ تیرے حبیب کا ارشاد واجب الانقیاد ہے اپنے اس گنہگار بندہ کو اس کا مصداق بنا۔

رخ مجازی میں حقیقت نے دکھایا تیرا
ہے صراحت سے بھی واضح یہ کنایا تیرا

عقل انساں نے بہت کھوج لگایا تیرا
کھل سکا راز حقیقت نہ خدایا تیرا

لاکھ پردہ میں ہے تو لاکھ حجابوں میں ہے تو
ذرے ذرے پہ مگر نور ہے چھایا تیرا

جلوہ حسن سے معمور نشیب اور فراز
فرش ہے سایہ ترا عرش ہے پایا تیرا

صدق نیت سے تصور میں اگر دیکھا ہے
کور باطن کو بھی جلوہ نظر آیا تیرا

کہنے کو مختلف الفاظ ہیں مفہوم ہے ایک
کلمہ پڑھتا ہے ہر اک اپنا پرایا تیرا

بحر ذخار سے ڈوبے ہوئے بیڑے نکلے
موج کے لب پہ کبھی نام جو آیا تیرا

دانش و عقل نے کھویا تھا جہاں سے ہم کو
بے خودی نے ہمیں دیوانہ بنایا تیرا

مل گیا لطف حقیقت ہمیں کھو جانے پر
بے نشانی نے پتا ہم کو بتایا تیرا

ہے وہ کمبخت اسے یاد نہیں عہد الست
جس نے دنیا کے لئے نام بھلایا تیرا

عقل مند اس کو کہیں گے نہ کبھی اہل شعور
سر میں جس شخص کے سودا نہ سمایا تیرا

واقف حال ہے اک ایک شجر باغ جہاں
نام پتوں کی زبانوں نے بتایا تیرا

شان یکرنگی وحدت ہے جہاں میں ہر سو
نقش توحید نے یہ سکہ بٹھایا تیرا

نہ کسی سے اسے مطلب نہ کسی سے پروا
تو ہو حامد کا کہ حامد ہے خدایا تیرا

اب جماتا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
خوبرویوں کا جو محبوب ہے پیارا تیرا

نعت انور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل لوکان البحر مدادالکلمۃ ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا○ (پارہ 16 سورہ کہف رکوع 12)
اے میرے محبوب تم کہہ دو اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی ہو یعنی اس سے رب کے کلمات لکھے جائیں تو سمندر خشک ہو جائیں گے مگر رب کے کلمات تمام نہ ہوں گے۔ اگرچہ اس کی مدد میں ویساہی اور سمندر لائیں۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا: ولوان مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ البحر مانفدت کلمات اللہ○ (سورہ لقمان 3 رکوع 3)
اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بنیں اور سمندر سیاہی اور اس سمندر کے فنا ہونے پر سات اور سمندر لائے جائیں جب بھی اللہ کے کلمات تمام نہ ہوں گے۔ علماء کرام و مفسرین عظام کے "کلمات ربی" کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں مگر سب میں موید بشان نزول قرآن مجید اور فرقان حمید ہے اور اس کے معانی و حقائق ہیں جو من جملہ نعمائے الہٰی و عطیات خداوندی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نعمۃ کبری موہبت عظمیٰ ہے اور اس کے علاوہ ہر آن اور ہر سانس میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کو ایسی ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے جو احاطہ عقل سے باہر وللاخرۃ خیر لک من الاولی (تفسیر کبیر (رازی) جلد 8 تحت آیہ کریمہ) یعنی احوال آئندہ آپ کے لئے احوال گذشتہ سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ حضور سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ہر روز آپ کو عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا۔

اب مراتب و کمالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کون بیان کر سکتا ہے۔ بلاشبہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے فضائل و کمالات اور اس قدر خصائص و مراتب علیا عطا فرمائے ہیں کہ اگر تمام روئے زمین کے درختوں کو قلم بنایا جائے اور تمام سمندر عالم سیاہی ہوں اور ان قلموں سے جن و انس، حور و ملک اوصاف و کمالات حضور کے لکھنے لگیں تو سات سمندر خشک ہو جائیں گے مگر فضائل و کمالات کا دریا اسی طرح موجزن رہے گا۔ سب قلم گھس جائیں گے مگر خصائص و بیان مراتب کبھی ختم نہ ہوں گے ہر پڑھا لکھا جانتا ہے کہ چھوٹی

سی دوات میں ایک مرتبہ روشنائی بنائی جاتی ہے۔ اس کے کتنے دنوں تک کتنے ہفتوں تک کتنے مہینوں تک لکھتے ہیں اور اس سے کتنے اوراق لکھے جاتے ہیں جن کا شمار جزوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ جلدوں تک پہنچتا ہے۔ اب ہر صاحب عقل و فہم غور کر سکتا ہے کہ سمندر میں کتنے اربوں دوات کے برابر پانی ہو گا اور پھر اس کے فنا ہونے پر سات سمندر جو اور آئیں گے اور یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات اوصاف مراتب لکھتے لکھتے خشک ہو جائیں تو اس سے کس قدر کروڑہا کروڑ ضخیم مجلدات کبیر تیار ہوں گی اور پھر بھی اوصاف ختم نہ ہو سکیں گے اور کیوں نہ ہو کہ یہ سب چیزیں محدود اور متناہی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف غیر محدود احاطہ شمار سے باہر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ویتم نعمتہ علیک (پارہ 26 سورہ فتح 48 رکوع 1) اور آپ پر اپنی نعمتیں تمام کر دے۔

یعنی جو جو کمالات کسی کو مل سکتے ہیں جو جو فضائل و مراتب خداوند عالم کسی کو دے سکتا ہے وہ سب نعمتیں حضور پر ختم فرما دیں۔ حضور کے بعد کسی اور نبی کے آنے کا امکان ہوتا یا حضور سے کوئی زیادہ پیارا ہوتا تو کچھ نعمتیں اس کے لئے رکھی جاتیں اور جب ایسا نہیں تو سب نعمتیں سب رحمتیں سب برکتیں حضور پر ختم کر دیں اور اللہ تعالیٰ نعمتوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وان تعدو انعمۃ اللّٰہ لا تحصوھا اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ (پارہ 14 سورہ نحل 16 رکوع 2)

اب ان تینوں آیتوں کو ملانے سے نتیجہ صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور کے فضائل و کمالات غیر متناہی اور غیر محدود ہیں اگر تمام اولین و آخرین عمر نوح پائیں اور مدت العمر درختوں کے قلم سمندر کی سیاہی سے حضور کے اوصاف لکھتے رہیں تو قلم گھس جائیں دریا خشک ہو جائیں مگر اوصاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ تحریر میں نہ آئیں گے اور کوئی شخص ان کے اوصاف کو کیا بیان کر سکتا ہے جن کا خود خدا مدح خوان ہو۔ عرش و کرسی جس کے ایوان ہوں جو مخزن و منبع کمالات ہو جو واقف جملہ حالات ہو۔ سارے اہل کمال کی مستی اسی ساقی کے خمخانہ توحید سے ہے۔ آدمی وہی ہے جو اپنے کو شمع جمال محمدی کا پروانہ بنائے اس روئے تاباں کی عشق کی آگ سے اپنے خرمن ہستی کو جلا ڈالے جب تک انسان کے دل میں حضور کا نام نامی کالنقش فی الحجر نہ ہو وہ فی

الحقیقت آدمی نہیں جب تک انسان حضور کے تیغ مژگاں سے گھائل ہو کر مرغ بسمل کی طرح تڑپتا نہ رہے وہ انسان نہیں۔ بلبلیں حضور ہی کے رنگ و رخ کا جلوہ گلوں میں دیکھ کر ان کی یاد میں چہک رہی ہیں۔ پھول اور کلیاں انہیں کی خوشبو سے فیض پا کر باغوں میں مہک رہی ہیں۔ ماوشما تو کیا حضرت جبرئل کی عزت اس در کی دربانی سے ہے۔ ہر شخص کی بلندی اور رفعت ان پر قربانی سے ہے۔ حضور تو حضور آپ کے غلامان غلام اگر چاہیں تو دم بھر میں مور جیسے ناتواں کو سلطنت سلیمان بخشیں۔ جہان میں حضور ہی کی ذات والاصفات سے نور الٰہی کا ظہور ہوا کہ حضور مظہر ذات و صفات باری ہیں۔

من رآنی فقد رائی الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا

اے جمالت شمع لمع من رآنی امداد کن

کروں میں کیا بیاں شان محمد خدا ہے خود ثنا خوان محمد

زہے عزوز ہے شان محمد ہیں عرش و فرش ایوان محمد

مئے نخمانہ توحید پی کر ہوئے سرمست مستان محمد

جلایا خرمن ہستی کو میں نے بہ عشق روئے تابان محمد

مرے دل میں کنقش فی الحجر ہے وہ نام پاک و فرمان محمد

تڑپ جاتے ہیں مثل مرغ بسمل قتیل تیغ مژگان محمد

جو گل ہے رنگ رخ پر دل سے شیدا تو بلبل ہے غزل خوان محمد

فرشتوں کو تھی مشکل باریابی کہ تھے جبرائیل دربان محمد

وہ دم میں مور کو کر دیں سلیماں اگر چاہیں غلامان محمد

عیاں کونیں میں ہے صاف "حامد"

فروغ نور یزدان محمد

میرے پیارے بھائیو! یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل ان کان آباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم وازواجکم و عشیرتکم و اموال ن اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مساکن ترضونھا احب الیکم من اللّٰہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہٖ فتربصوا حتی یاتی اللّٰہ بامرہ ○ اے میرے محبوب آپ اپنے غلاموں، حلقہ بگوشوں سے امتوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بھائی تمہاری بیبیاں تمہارے کنبہ کے لوگ اور وہ مال جو تم نے حاصل کئے

اور وہ تجارت جس کے مندی ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جو تمہارے پسندیدہ خاطر ہیں، ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ و رسول اور اس کی دین میں کوشش کرنے سے زیادہ پیاری ہو تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لائے۔

دیکھئے رب العزت جل جلالہ، نے جملہ رشتہ دار و اموال سب کو نام بنام گنا کر بتا دیا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ و رسول سے زیادہ پیاری ہو تو تم اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھو بلکہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہو کہ اب آیا تب آیا اور ظاہر ہے کہ عام عذاب مسلمانوں پر نہیں آیا کرتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان۔ جان سے محبت کرے گا یا مال سے، جان میں سب سے پہلے محبت ماں باپ کی ہوتی ہے بچہ جب آنکھ کھولتا ہے تو ماں باپ کو اپنے اوپر شفقت و محبت کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے پہلے پہل انسان کے دل میں ماں باپ کی محبت آتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی دوسری جگہ ان لا تشرکو باللّٰہ کے بعد وبالوالدین احسانا ذکر فرمایا اس لئے سب سے پہلے آباؤکم فرمایا یعنی اگر تمہارے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اور جو لوگ مرتبہ ابوت و عظمت میں ہوں۔ چاچا چچی، ماموں ممانی، خالہ خالو، پھوپھا پھوپھی، آقا، محسن، استاد، پیرو مرشد وغیرہ۔ اگر ان میں سے کوئی بھی اللہ و رسول سے زیادہ پیارا ہو تو تم کو عذاب الٰہی کا انتظار کرنا چاہئے۔ والدین کے بعد انسان اولاد سے محبت کرتا اور اس کو خلاصہ وجود ثمرہ زندگانی تصور کرتا ہے، بلکہ بعض لوگ تو اولاد کی محبت ماں باپ سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ابناؤکم فرمایا۔ یعنی تمہارے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی یا جس سے عزیز داری کے تعلقات ہوں، نوکر چاکر، شاگرد مرید ان میں سے کوئی بھی اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو تو تم کو عذاب الٰہی کا منتظر رہنا چاہئے والدین اور اولاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے اخوانکم فرمایا اس لئے کہ بھائی قوت بازو زینت پہلو ہوتا ہے اور اس سے محبت ضرور ہونی چاہئے مگر اپنی حد تک لیکن اگر کسی کو بھائی بہن سے محبت عام ازیں کہ حقیقی ہوں یا علاتی رضاعی ہوں یا اخیافی، یا چچازاد پھوپھی زاد ماموں زاد، خالہ زاد یا دور کے بھائی بہن اور اسی میں برابری والے رشتہ دار دوست احباب سب داخل ہیں اگر ان میں کسی سے محبت اللہ و رسول سے بڑھ کر ہے تو تم کو عذاب الٰہی کا انتظار کرنا چاہئے۔

اب نسبی رشتہ داروں کے بعد اللہ تعالیٰ صہری رشتہ داروں کا ذکر فرماتا ہے کہ اوازواجکم یعنی تمہاری بیبیاں اور سسرالی رشتہ داروں، خسر خوشدامن، سالا سالی،

ساڑھو سلج اور عورتوں کو شوہر نند دیور جیٹھ وغیرہ وغیرہ اگر اللہ و رسول سے زیادہ پیارے ہوں تو عذاب الٰہی کا انتظار کرنا چاہئے۔

اس کے بعد وعشیرتکم فرمایا یعنی اس کنبہ کے لوگ جو تمہارے جتھے کے آدمی ہیں جن سے تمہاری قوت تمہاری شوکت ہے ان میں سے اگر کوئی بھی اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو تو تم کو عذاب الٰہی کا منتظر رہنا چاہئے۔ اس کے بعد اللہ نے مال کو تفصیل وار بیان فرمایا۔ یعنی تین قسم میں سے کسی قسم کا ہو' وہ مال جسے تم نے حاصل کیا ہو یا وہ تجارت جس کے مندی ہو جانے کا ڈر ہو یا وہ پسندیدہ دلفریب مکان جس کو تم دوست رکھتے ہو ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو تو تم کو عذاب الٰہی کا منتظر رہنا چاہئے۔

اس آیہ کریمہ سے ظاہر ہوا کہ مسلمان وہی ہے جس کے دل میں اللہ و رسول کی محبت سب سے زیادہ ہو ورنہ وہ مسلمان نہیں بلکہ عذاب الٰہی کا سزاوار ہے یہ آیہ کریمہ گویا اس حدیث کی تفصیل ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ ولدہ والناس اجمعین ○ تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہ ہو گا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ' بال بچے (بلکہ اس کی جان) اور سارے جہاں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

تو اصل ایمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوئی' بغیر حضور کی محبت کے خدا سے محبت کرنا بھی نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ جو شخص ایسا دعویٰ کرے محض لاغی ہے اس لئے کہ محبوب کا محبوب' محبوب ہوتا ہے۔ جس کے دل میں رسول اللہ کی محبت نہیں خدا کی محبت بھی نہیں۔ خدا کی محبت اور اس کا راستہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے دکھایا بغیر حضور کے خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ انعامات تو اس رحمۃ للعالمین کے صدقہ میں ملتے ہیں۔ بے وسیلہ و بغیر واسطہ حضور کے کوئی شخص نعمت ایمان سے کیونکر بہرور ہو سکتا ہے۔ پس اے اللہ والو تم کو لازم ہے کہ رسول اللہ کی محبت میں اپنے کو فنا کر دو دیکھو خداوند عالم خود ان سے محبت کرتا ہے تو ضروری ہے تم بھی تخلقوابا خلاق اللہ کے ساتھ متصف ہو جاؤ اور رسول اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا جانو۔

کیا کام دے گا جس فقط کو ہو خدا سے عشق
ہو گی نجات کیا جو نہ ہو مصطفیٰ سے عشق

حب نبی نہیں تو کہاں ہے خدا سے عشق
کچھ ہو طلب خدا کی تو کر مصطفیٰ سے عشق
مومن کہاں وہ جس کو نہ ہو مصطفیٰ سے عشق
یوں لاکھ دل سے کوئی کرے بھی خدا سے عشق
جب نعمتیں ہیں رحمت باری پر منحصر
کس واسطے کرے کوئی پھر ماسوا سے عشق
بے پرسش عمل وہ ہوا داخل بہشت
جس کو رہا جناب رسول خدا سے عشق
جن و ملک ہی کچھ نہیں شیدا حضور پر
رکھتا ہے خود خدا بھی تو خیرالوریٰ سے عشق
"حامد" اگر رضائے خدا کا خیال ہے
تو چاہیے کہ پہلے کرو مصطفیٰ سے عشق

میرے پیارے بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور نہ صرف محبت بلکہ حضور کو سب سے زیادہ پیارا جاننے کے متعلق آپ قرآن شریف سن چکے خداوند عالم یہی فرماتا ہے حدیث شریف سن چکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے ہیں۔ عقلی دلیل بھی سن لیجئے۔ ہر عقل والا جانتا ہے کہ محبت کا منشاء یعنی جس کی وجہ سے محبت ناشی ہو، تین ہی چیزیں ہیں مال، جمال، کمال حسن و جمال کا باعث و سبب محبت ہونا تو عالم آشکار ہے ہر شخص خوبصورت کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے دنیا میں عشق و محبت کے جتنے بھی واقعات ہوئے اس میں بیشتر و پیشتر حسن و جمال کار فرما رہا۔ اگرچہ یہ رنگ بالکل کچا اور سریع الزوال و لازم ذات ہے کوئی اپنا حسن کسی دوسرے کو نہیں دے دیتا بلکہ عمر بھی کسی کا حسن اس کے ساتھ نہیں رہتا اسی لئے اس کی وجہ سے محبت بھی دائمی نہیں ہوتی۔ عام طور پر بڑھاپا آتے ہی سب قدر دان بے تعلقی برتنے لگتے ہیں اور جان و مال قربان کرنے والے ناشناسا ہو جاتے ہیں۔ تاہم اگر آپ حسن ظاہر کے شیدائی ہیں تو دربار رسول میں آیئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیجئے کہ حسن ظاہر میں بھی آپ اپنی نظیر اور جملہ صفات و کمالات کی طرح اس میں بھی بے مثل و بے نظیر ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال

رائت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی لیلۃ ضحیان وعلیہ حلۃ احمر فجعلت انظر الیہ والی القمر فھو عندی احسن من القمر - (شمائل ترمذی صفحہ 2)

یعنی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا اور اس وقت حضور سرخ جوڑا زیب تن فرمائے تھے تو میں کبھی حضور کو دیکھتا ہوں اور کبھی چاند کو تو واللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین و خوبصورت ہیں جس کے چہرہ تاباں و روئے درخشاں کے سامنے آفتاب شرمائے جس کے دندان مبارک کی چمک سے اندھیری رات میں سوئی نظر آجائے- کیا ایسا حسین کوئی دوسرا ہے- ایسا حسن والا کسی نے دیکھا ہے- دیکھا نہ سہی کسی نے سنا ہے- تو اے حسن ظاہر کے پرستارو! دربار رسول میں آؤ اور اس حسن مجسم سے محبت کرو اور اگر آپ مال کی وجہ سے کسی سے محبت رکھنا چاہتے ہیں تو یہ محبت اس سے کچھ بہتر ہے کہ بارگاہ حسن کی طرح یہ بے فیض نہیں بلکہ مالدار اپنے مال سے دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اس کا نفع لازمی نہیں بلکہ متعدی ہے اس لئے کہ سخی دل حضرات مال سے خود بھی نفع اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں تو اگر آپ مال کے دلدادہ ہیں اور مال کی وجہ سے محبت کرنا چاہتے ہیں جب بھی دربار رسول ہی میں آیئے کہ ان سے بڑھ کر کسی کو آپ مالدار نہ پائیں گے (طبرانی، معجم کبیر' جامع کبیر صغیر جلد اول ص 257) یہ وہ ہیں جن کے ہاتھوں دونوں جہاں کی دولت بٹتی ہے مالداروں کو بھی یہی مال دیتے ہیں' نعمت والوں کو یہی نعمت بخشتے ہیں- اولاد والوں کو یہی اولاد عطا کرتے ہیں- عزت والوں کو یہی عزت ہبہ فرماتے ہیں سب نعمتوں کا دینے والا خدا ہے مگر انہیں کے ہاتھوں سے ملتی ہیں (اس سلسلے میں دیکھئے مواہب لدنیہ جلد اول)- انما انا قاسم واللّٰہ المعطی- اللہ دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں-

تاج والے ہوں اس میں یا محتاج سب نے پایا دیا ہوا تیرا
جس کو تونے دیا خدا نے دیا دین رب کی' دیا ہوا تیرا
ہاتھ خالی کوئی پھرا نہ پھرے ہے خزانہ بھرا ہوا تیرا

یہ شہنشاہ بطحا کا دربار ہے جن کا مانگنے والا کبھی محروم نہیں پھرتا ان کے ایک قطرہ عطا سے دھارے چلتے اور ایک ذرہ سخا سے تارے کھلتے ہیں- یہ کوثر و تسنیم کے مالک ہیں ان کا فیض نرالا ہے ان کا دریا خود پیاسوں کی تجسس کرتا ہے ان کا باڑا وہ ہے جس در

سے اغنیا پلتے ہیں۔ ان کا رستہ وہ ہے جس میں اصفیا سر سے چلتے ہیں۔ فرش والے ان کی رفعت علو کماحقہ نہیں جان سکتے۔ ان کا پھریرا عرش پر لہراتا ہے ان کے جودو کرم کے خوان زمین اور آسمان ہیں۔ سارا زمانہ ان کا مہمان ہے یہی صاحب خانہ ہیں۔ بلاشبہ یہ سارے جہان کے مالک ہیں کہ یہ سب چیزیں خدا کی ملک ہیں۔ جو حضور کا حبیب ہے اور حضور اس کے محبوب' اور محب و محبوب میں میرا تیرا نہیں ہوتا۔ آپ کے جودو سخا کی طرح رحم و کرم کا دریا بھی ایسا لہر رہا ہے کہ ایک میں کیا اور میرے گناہوں کی اس رحمت عالم کے سامنے کیا حقیقت ہے کہ مجھ جیسے کروڑہا کروڑ گنگاروں کو ان کا اشارہ کافی ہے۔

واہ کیا جودو کرم ہے شہ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا — آپ پیاسوں کی تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا — اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں — خسروا عرش پر اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان زمین خوان زمانہ مہمان — صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی — مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا
میری تقدیر بری ہو تو بھلی کردے کہ ہے — محو اثبات کے دفتر پہ کڑورا تیرا
حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ — جوت پڑتی ہے تیری نور ہے چھنتا تیرا

فخر آقا میں "رضا" اور بھی ایک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرہ تیرا

حدیث شریف میں ہے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنت ابیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ فقال او غیر ذالک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔

ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں شب باش تھا تو میں نے قضائے حاجت اور وضو کے لئے پانی حاضر کیا۔ اس تھوڑی سی خدمت پر دریائے کرم جوش میں آیا اور ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے میں نے عرض کیا حضور کی رفاقت جنت

میں- ارشاد ہوا بس یہی یا اور بھی- میں نے عرض کیا بس یہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم- تو ارشاد ہوا تو میری مدد کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے- یعنی کثرت سے نماز پڑھا کرو تمہاری غرض پوری ہو گی- مشکوۃ شریف باب السجود و فضلہ بحوالہ مسلم صفحہ 76)

شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمود بخواہ تخصیص نہ کرو بمطلوبے خاص- معلوم می شود کہ کار ہمہ در دست ہمت و تصرف اوست ہر چہ خواہد و ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد-

حضور نے جو مطلقاً" سل فرمایا اور کسی خاص مقصد کے ساتھ مقید نہ کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کا کام حضور کے دست ہمت و تصرف میں ہے جس کو چاہیں اور جو کچھ چاہیں خدا کی اجازت ہے کہ دے دیں

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

پھر ایسے بھرپور خزانوں کے مالک سخی داتا سے محبت نہ کی جائے تو کس سے محبت کی جائے اور اگر آپ کمال کے دلدادہ ہیں اور اس کی وجہ سے کسی سے محبت کرنی چاہتے ہیں جب تو دربار رسول کے سوا کسی جگہ مفر ہی نہیں کیونکہ سارے کمالات کا سرچشمہ انہیں کی ذات ہے جملہ کمالات کی نہریں یہیں سے نکلتی ہیں- کمالات کے دریا یہیں سے جاری ہوتے ہیں انہیں کی غلامی سے دنیا کی عزت اور خداوند عالم کی محبوبیت حاصل ہوتی ہے- قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللہ

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتا ہے! اے میرے پیارے تم کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو تو میرے غلام بن جاؤ میرے فرمانبردار بن جاؤ میرے نقش قدم پر چلو- اللہ کے تم محبوب ہو جاؤ گے-

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے
اس کا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو

غرض عقلی طور پر بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ انسان کو چاہیئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے اور سب سے پیارا جانے اس لئے کہ محبت کے جو اسباب ہیں یعنی مال، جمال، کمال ان سب صفات کی بروجہ کمال جامع ذات آپ ہی کی ہے تو

سب سے زیادہ محبت حضور ہی کی ہونی چاہیے۔

الھم صلی علی محمد و علیٰ آل محمد و صحبہ و بارک وسلم

دل کو ہے خیال قد دل جوئے رسول
سر میرا ہے سودا زدہ موئے رسول

تبلیغ و امامت کی ہوئی ایسی کشش
اب سوئے علی روح ہے دل سوئے رسول

سو بار دل و جاں سے فدا ہو جاؤں
نظروں میں مرے ہے رخ نیکوئے رسول

کہتے ہیں ملک صل علیٰ! صلی علیٰ!!
پہنچی ہے سر چرخ جو خوشبوئے رسول

دیکھئے تو میری آنکھوں سے دیکھے کوئی
جنت ہے نظر میں بخدا کوئے رسول

ظلمت کا گزر خانہ دل میں کیا ہو
پھیلی ہوئی ہے روشنی روئے رسول

الجھے ہوئے سب اہل نظر ہیں اس سے
کیا سلسلہ عشق ہے گیسوئے رسول

آنکھوں میں مری کوئی سمائے کیوں کر
رہتا ہے یہاں جلوہ فگن روئے رسول

اللہ رہے شان سر و سجدہ حامد
محراب حرم ہے حرم ابروئے رسول

میرے پیارے بھائیو! جب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف طور پر فرمایا کہ مسلمانو تم کو چاہیے کہ عزیز و اقارب باپ بیٹے بھائی بند مال و دولت سب سے زیادہ مجھے کو اور میرے رسول کو چاہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ کو سب سے زیادہ پیارا نہ جانے وہ مسلمان نہیں اور دار آخرت کا مزہ مخصوص مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ پھر باوجود دعوئ اسلام ہم آخرت سے بے فکر اور دنیا میں کیوں ایسے منہمک ہیں گویا اصل الاصول اور خلاصہ کائنات اور نتیجہ خلقت مخلوقات فقط دنیا ہی دنیا ہے دنیا کو ہم نے اپنے لئے ہمیشہ کا مستقر سمجھ رکھا ہے گویا کبھی ہمیں یہاں سے جانا ہی نہیں۔ صبح

ہے تو دنیا کی فکر، شام ہے تو دنیا کا خیال، دوپہر ہے تو اسی کا تصور، شب ہے تو اسی کی دھن۔ کبھی بھول کر بھی ہم اس آیہ کریمہ پر غور نہیں کرتے۔

کل نفس ذائقة الموت۔ وانما توفون اجورکم یوم القیامة فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز ○ وما الحیوة الدنیا الامتاع الغرور ○

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور تم لوگ اپنا اجر قیامت کے دن بھرپور دیئے جاؤ گے تو جو شخص جہنم سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل ہوا وہ کامیاب ہو گیا اور زندگی دنیا کی دھوکے کی پونجی ہے۔

معزز حاضرین آپ یقین فرمائیں کہ دنیا کی یہ زندگی چند روزہ ہے ہر شخص ذرا سا غور کرے تو اس کی سمجھ میں یہ بات بخوبی آجائے گی کہ ہمارے بچپن کے ساتھی جن کے ساتھ ہم کھیلا کرتے تھے کیا وہ سب موجود ہیں کیا ہمارے جوانی کے احباب، ہمارے یار غار جن سے ہمارے جلسوں کی رونق، ارادوں کی پختگی تھی وہ سب کے سب اس وقت ہیں، کیا ہمارے بڑھاپے کے ہمزاد ہمدم و ہم جلسہ اصحاب دنیا میں موجود ہیں، کیا ہمارے سب اعزاز اقارب جو آنکھوں کی ٹھنڈک دلوں کے چین تھے اس وقت ہمارے لئے باعث نور و سرور ہیں؟ ان میں کتنوں نے تو بچپنے ہی میں ساتھ چھوڑا، کتنے احباب جوانی میں جدا ہو گئے تھے کتنے احباب قدامت محبت کا بھی لحاظ نہیں کرتے اور بڑھاپے میں ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں تو انہیں لوگوں کی طرح ہم کو بھی ایک دن اس سارے ٹھاٹ باٹ کو چھوڑ کر بادل ناخواستہ سہی دنیا کو الوداع کہنا ہو گا اور بے کس و بے بس مجبور و لاچار گناہوں کا انبار ساتھ لے کر پیدل چلنے کے ناقابل ہو کر چار کے کاندھوں پر سوار فنا کے سایہ اور قبر کی آغوش میں موت کی گہری نیند سونا ہو گا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے سب کو اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہو گی اور ایک دن وہ ہو گا کہ سوائے ذات پاک وحدہ لا شریک لہ کسی کا نام ونشان تک نہ رہے گا۔ کل من علیها فان ○ ویبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام ○ اس وقت نہ عرش ہو گا نہ فرش ہو گا نہ آسمان ہو گا نہ زمین ہو گی نہ جن وانس کی ذات ہو گی نہ اصلا" کوئی کائنات ہو گی۔ آج دوست احباب ملنے جلنے والے سب چاروں طرف گھیرے رہتے ہیں مرنے کے بعد محض تنہائی اور مرقد کی ڈراؤنی رات ہو گی اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک یہ بات ہے کہ صرف فنا ہی پر معاملہ ختم نہیں بلکہ مر کر اٹھنے کے بعد عمر بھر کا حساب دینا ہو گا۔ گناہوں کے دفتر کھلے ہوں گے افعال جوارح کے سوا اعمال قلوب تک کی پرسش ہو گی آہ وہ دن

کیسی حسرت و ندامت کا ہو گا آج عزیز و اقارب مصیبت و تکلیف میں ہمدردی کرتے ہیں اس وقت سب اپنے بیگانے ہوں گے۔

یوم یفر المرء من اخیہ ○ وامہ وابیہ ○ وصاحبہ بنیہ ○

اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنے ماں باپ سے اور بی بی اور بچوں سے۔ جن جن سے ہمدردی اور امداد کی امید ہو سکتی ہے وہ سب کنارہ کشی اختیار کریں گے۔ ایسی مصیبت کے وقت مددگار ہوں گے تو وہی ہوں گے جن کی محبت کا خدا نے ہم کو حکم دیا اور ہم انہیں بھلائے بیٹھے ہیں۔ ان کی محبت ہم لوگوں کے دلوں میں اس درجہ پختہ ہو جائے کہ دن دیکھیں تو روئے روشن کی یاد ہو اور رات آئے تو زلف مشکیں کا خیال ہو' تو بے شک نجات کی صورت ہے ایسی حالت ہو تو موت موت نہیں بلکہ ہزار حیات جاودانی اس پر قربان۔ الھم صلی علی محمد و علی آل محمد وبارک وسلم

فنا کے ہوں گے وہ دور دورے اکیلی مولا کی ذات ہو گی
نہ عرش ہو گا نہ فرش ہو گا نہ ہم نہ یہ کائنات ہو گی
حساب جب ہو گا روز محشر گناہوں کا ہو گا پیش دفتر
جرائم دل کی ہو گی پرسش بڑی ندامت کی بات ہو گی
یہ زندگانی کی ہے جو مدت یہیں تک اے دل ہے لطف صحبت
پھر اس کے بعد اس کو سونچ لے تو اکیلی مرقد کی رات ہو گی
ہو خوف محشر کا یا نبی کیوں کہ پار ہو کر رہے گا بیڑا
جو ہم غریبوں کے حال پر کچھ حضور کی التفات ہو گی
کھلی تصور کی آنکھ نرالا پھر دور روز و شب ہے
کہ رخ کو دیکھوں تو دن وہ ہو گا جو زلف دیکھوں تو رات ہو گی
کفن بھی لازم ہے ساتھ لے لوں نہ جانے والوں کی راہ دیکھوں
تلاش جاناں میں دو ہیں باتیں حیات ہو گی ممات ہو گی
جہاں کے جھگڑوں میں پڑ کے "حامد" پڑے ہو تم کیوں مصیبتوں میں
پکڑ لو اپنے نبی کا دامن مصیبتوں سے نجات ہو گی

میرے پیارے بھائیو! متذکرہ بالا بیانات سے یہ چار باتیں آپ کے ذہن نشین ہو گئی ہوں گی۔

اول = حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان ہے۔

دوم = آپ کسی وجہ سے کسی شخص سے محبت کرنی چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے محبت کیجئے۔

سوم = اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے محبت رکھتا ہے بلکہ ان کے طفیل میں ان کے متبعوں، حلقہ بگوشوں کو بھی محبوب بنالیتا ہے۔

چہارم = حضور ہی کی محبت قیامت کے دن کام آئے گی اور اس سے بیڑا پار ہو گا۔

اب ہم لوگ اپنے اپنے دل کی طرف رجوع کر کے دیکھیں اور جائزہ لیں کہ ہمارے دل میں حضور کی کتنی محبت ہے۔ محبت کا اصول یہ ہے:

من احب شیئاً اکثر من ذکرہ

جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے تو اکثر اس کا تذکرہ کیا کرتا ہے۔

اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے یہاں حضور کا ذکر جس کا ایک شعبہ میلاد شریف ہے کتنی مرتبہ ہوتا ہے۔ ہر ہفتہ یا ہر مہینہ یا ہر سال یا عمر بھر میں ایک بار۔ یا خدانخواستہ ایسا ہے کہ کبھی نہیں ہوتا اگر مطلقاً" نہیں ہوتا یا بھول چوک کر ایک آدھ مرتبہ ہو جاتا ہے تو اکثر من ذکرہ میں ہم کبھی نہیں آتے اور حضور کے محبت اور دوستدار نہیں ثابت ہوتے اس لئے اے اللہ والو! تمہارا اخلاقی و ایمانی فرض ہے کہ اپنے ایمان اپنے محب رسول ہونے کا ثبوت دو اور بکرات و مرات بکثرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی مجلس میلاد شریف اپنے یہاں منعقد کرو اس لئے کہ حضور کا ذکر ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی کے جو فوائد ہیں اس پر مترتب حدیث شریف میں ہے کہ جب آیہ کریمہ ورفعنا لک ذکرک (زرقانی شرح مواہب جلد ششم صفحہ 147) یعنی بلند کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر' نازل ہوئی تو جبریل امین حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کیا خداوند عالم بعد سلام کے فرماتا ہے اے میرے پیارے جانتے ہو میں نے کس طرح تمہارا ذکر بلند کیا۔ حضور نے فرمایا: اللّٰہ اعلم اللہ خوب جانتا ہے کہا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اذا ذکرت ذکرت معی یعنی جب میرا تذکرہ کیا جائے تو تمہارا بھی تذکرہ کیا جائے۔

اور ابن عطا کی روایت میں ہے:

جعلتک ذکراً" من ذکری فمن ذکرک ذکرنی اے میری پیارے تم کو میں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ تو جس نے تم کو یاد کیا اس نے مجھ کو یاد کیا۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے یاد کرنے کا حکم دیتے ہوئے ذکر کرنے والوں کو یہ مژدہ جاں فزا سناتا ہے:

فاذکرونی اذکرکم تم یاد کرو مجھ کو میں یاد کروں گا تجھ کو۔
حدیث قدسی میں ہے:
فمن ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی و من ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ ○ تو جو شخص یاد کرے گا مجھ کو اپنے دل میں میں اسے یاد کروں گا اپنے دل میں اور جو شخص یاد کرے گا جماعت میں تو میں اسے یاد کروں گا اس جماعت میں جو اس سے بہتر ہے۔
یہ بہتری دو طرح سے ہو سکتی ہے یا باعتبار مجمع یعنی اگر آپ خدا اور رسول کی یاد سو دو سو کے مجمع میں کریں گے تو خداوند عالم آپ کی یاد لاکھ دس لاکھ' کروڑ دس کروڑ کے مجمع میں فرمائے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی یاد انسانوں کے مجمع میں کریں گے تو خداوند عالم آپ کی یاد فرشتوں معصوموں کے مجمع میں فرمائے گا۔ خوشا نصیب ان کا جن کو خداوند عالم یاد فرمائے جن کی یاد خدا کے یہاں ہوتی ہے۔

کیوں نہ مرجانے کی حسرت جان بسمل میں رہے
میں نہ ہوں اور ذکر میرا ان کی محفل میں رہے

اس جگہ ایک خیال ہو سکتا ہے کہ ہم حضور کا تذکرہ کس طرح کریں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اور مولود شریف میں یہ قیام کیوں کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کچھ چھوڑا نہیں اس کو بھی بیان فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل مندوں کی تعریف فرماتا ہے:
الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم یعنی اولوالالباب وہ لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹے ہوئے۔
علمائے کرام نے اس آیت کی تفسیر میں دو قول بیان کئے ہیں ایک یہ کہ ہر حال میں کھڑے ہو کر ذکر کریں تو جائز۔ ہر گز کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں' بیٹھ کر ذکر کریں تو درست' اعتراض کی گنجائش نہیں۔ لیٹ کر ذکر کریں تب مباح' قابل اعتراض نہیں یا علی جنوبھم علالت کی حالت میں ہے کہ لو ذکر تو اور نماز کہ فرض اہم اور بغایت مہتم ہے اگر کھڑے یا بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا ہو تو اس کو نماز بھی لیٹے لیٹے ادا کرنی چاہئے۔
اب صحت کی حالت میں دو ہی صورتیں رہتی ہیں قیاماً وقعوداً اب اگر پورے ذکر میں شروع سے اخیر تک کھڑے رہیں فقط قیاماً پر عمل ہوا اور اگر بالکل بیٹھ کر ہی ذکر کرتے رہیں تو صرف قعوداً پر عمل ہوا۔ اسی لئے مجلس میلاد شریف میں کچھ ذکر بیٹھ کر کرتے ہیں اور کچھ کھڑے ہو کر تاکہ پورے قیاماً وقعوداً پر عمل ہو اور قیام وقت

ذکر ولادت و تشریف آوری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مناسبت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم بھی رسول اللہ کی طرح کرنی چاہئے اور آنے والے کی تعظیم قیام کے ساتھ ہوتی ہے تو آنے کی ذکر کی تعظیم بھی قیام سے مناسب۔
الھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم

عبدالرزاق اپنے "مصنف" میں بہ سند خود حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان، حضور مطلع فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا، ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے بلاواسطہ پیدا کیا۔ ـ زرقانی جلد اول ص 46 بحوالہ عبدالرزاق، احمد بن حنبل الحق بن راھویہ) وہ نور قدرت الٰہی سے سیر کرتا تھا۔ جہاں خداوند عالم چاہتا، اور اس وقت نہ لوح تھا نہ قلم، نہ جنت نہ دوزخ، نہ حور نہ فرشتہ، نہ آسمان نہ زمین، نہ آفتاب نہ ماہتاب، نہ جنات نہ انسان، تو جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے ایک سے قلم دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش بنایا۔ چوتھے جز کے پھر چار حصے کئے اول سے حاملان عرش، دوم سے حاملان کرسی، سوم سے بقیہ ملائکہ کو بنایا۔ پھر چوتھے کو چار حصہ کیا۔ پہلے سے ساتوں آسمان دوسرے سے ساتوں زمین تیسرے سے جنت دوزخ پھر چوتھے کو چار حصہ کیا اول سے نور ابصار مومنین، دوم سے نور قلوب مومنین یعنی معرفت باللہ سوم سے نور انس یعنی توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنایا۔

روایت ہے کہ جب کالبد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تیار کیا گیا تو روح کو اس میں داخل ہونے کا حکم ہوا۔ روح اس قید میں آنے اور جسم میں داخل ہونے سے گھبرائی۔ جب نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جبین ابو البشر چمکائی گئی، ہزار جاں سے بہ شوق روح جسم میں داخل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بہشت ان کے رہنے کو عطا فرمایا۔ بہشت میں ہر قسم کی نعمتیں، راحتیں ان کے لئے موجود تھیں مگر تنہائی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام پریشان خاطر ہو گئے (زرقانی جلد اول ص 63 بحوالہ قرطبی خازن) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دل بستگی کے لئے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا اور پھر حضرت آدم و حضرت حوا دونوں کو سلک ازدواج میں منسلک فرمایا پھر ان سے اولاد آدم کا سلسلہ روز افزوں ترقی پذیر ہوا۔ (حیات الموات بحوالہ طبرانی و عقیلی و ابن نجار و ابن عساکر) حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے پھر حضرت نوح علیہ السلام ہوئے،

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام ہوئے پھر حضرت عبد مناف اور حضرت ہاشم پیدا ہوئے۔ اس کے بعد عبد المطلب حضور کے جد امجد پھر حضرت عبداللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پدر بزرگوار کی ولادت ہوئی اور یہ نور مبارک درجہ بدرجہ اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ میں نکاح شرعی کے ساتھ منتقل ہوتا رہا اور ہر ایک نے اپنی اولاد کو اس بارے میں وصیت کی کہ ہرگز ہرگز یہ نور مبارک غیر طاہرات میں نہ رکھا جائے۔ رضی اللّٰہ عنہم اجمعین (زرقانی بحوالہ ابو نعیم و ابن عساکر)

روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ سن بلوغ کو ہوئے نور نبوت کے امین ہونے کے علاوہ وہ ظاہری طور پر بھی بہت ہی حسین تھے (زرقانی جلد اول ص 106 بحوالہ ابن اسحٰق صاحب المغازی) شاہان دہر و محتشمان زمانہ آپ کی طلب میں سرگرم ہوئے آخر غور و تمحیص کے بعد حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہما سے منسوب پختہ ہوئی شب جمعہ کو عقد واقع ہوا اسی شب کو وہ نور مبارک حلب پدر سے منتقل ہو کر رحم مادر میں جلوہ گزیں ہوا آمنہ بنت وہب فرماتی ہیں کہ ایام حمل میں کسی قسم کی گرانی و دشواری جو عام طور پر عورتوں کو ہوتی ہے مجھے نہیں ہوئی۔ (زرقانی ص 106 بحوالہ ابن اسحاق و ابن کثیر) ہر مہینہ انبیاء کرام تشریف لاتے اور مژدہ پسر مسعود مبارک مولود سنا جاتے۔ جیسے جیسے ولادت کے دن قریب آتے گئے آواز مرحبا و خوش آمدید ہر طرف سے زیادہ آنے لگی الغرض جب نو ماہ مدت حمل کے کامل گزر گئے تو بارہ ربیع الاول سن 53 قبل ہجرت مطابق بستم اپریل 571ء عیسوی، موافق 22 ماہ ایلتی 2092 ھبوطی و 2124 طوفانی دو شنبہ کے دن صبح صادق کے وقت وہ آفتاب رسالت مطلع حدوث سے طلوع فرما ہوا جس نے سارے جہان سے کفر و شرک، جہل و ظلم کی تاریکیوں کو دور فرما کر دونوں جہان روشن فرمایا۔ مخلصین کی عادت ہے کہ جب ولادت باسعادت کا ذکر آتا ہے تو نہایت ہی ذوق و شوق سے کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للہ تعالیٰ ملکا عطاہ اسماع الخلائق کلہ قائم علیٰ قبری الی یوم القیٰمۃ فما من احد یصلّی علی صلاۃ الا ابلغنیھا۔ (حیاۃ الموات بحوالہ طبرانی)

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی باتیں سننے کی طاقت عطا کی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض

کرتا ہے اور سلام کا جواب دینا واجب تو ضرور حضور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔
خوشا نصیب ان کے جن کا سلام حضور میں پیش ہو اور حضور ان کے سلام کا جواب عطا
فرمائیں اس لئے سب حضرات ذوق وشوق سے کھڑے ہو کر نہایت خضوع سے صلوۃ و
سلام عرض کریں۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
شہریار ارم تاجدار حرم — نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود — ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی — ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا — اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس کو بار دو عالم کی پرواہ نہیں — ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی — آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور — بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ — جلوہ شان قدرت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں "رضا"
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وزینۃ عرشہ محمد والہ وازواجہ
واصحبہ وحزبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین ○

دعا

خداوند! اس ذکر کو قبول فرما کر اور جو کچھ بھول چوک لغزش غلطی تحریر میں ہوئی ہو اس
کو معاف فرما۔ خداوند! جتنے لوگ اس جلسے میں شریک ہوئے اور اپنا کام چھوڑ کر تیرا ذکر سننے،
تیرے حبیب کا ذکر سننے کے لئے جمع ہوئے ہیں ان سب کو خلعت قبولیت سے سرفراز فرما اور
مقبول بندہ بنا اور قبل اس کے کہ یہ لوگ اس جلسہ سے اٹھیں ان کے سب گناہ بخش دے۔
خداندا! بیماروں کو شفاء حاجت مندوں کی حاجتیں پوری ہوں، مصیبت زدوں کی مصیبتیں دور

ہوں، جو لوگ بے اولاد ہوں ان کو اولاد عطا فرما، بے روزگاروں کو روزگار دے۔ اسلام کا بول بالا ہو۔ ہم سب لوگوں کو اسلام پر قائم رکھ جب تک زندہ رہیں تیرے ذکر، تیرے حبیب کے ذکر سے تر زبان رہیں، تیری محبت تیرے حبیب پاک کی محبت میں مست و سرشار رہیں شریعت کے حلال کو حلال جانیں اور شریعت کے حرام کو حرام سمجھیں اور اس سے بچتے رہیں اور تیری توفیق سے مذہب اہل سنت والجماعت پر قائم رہیں۔ جب مرنے کا وقت ہو مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو اور سبز گنبد کو دیکھ کر قفس عنصری سے روح پرواز کرے۔ جنت البقیع مدفن ہو۔ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھتے ہوئے اٹھیں اور ان کے سایہ دامن عاطفت کے نیچے ان کے غلاموں کے زمرہ میں داخل جنت الماویٰ ہوں بحرمۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اب میں حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا جناب شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی جامع حاوی کافی وافی دعا پر جلسہ ختم کرتا ہوں۔ جملہ حاضرین کرام ہر مصرع پر آمین کہیں گے اور حضرت جل شانہ سے قبولیت کا یقین رکھیں۔

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادی دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جان فزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دارو گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جودو عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سر مہری پر ہو جب خورشید حشر
سید بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمئی محشر سے جب بھڑکے بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں

عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب حساب خندہ بیجا رلائے
چشم گریان شفیع مرتجی کا ساتھ ہو
یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بیباکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتاب ہاشمی نورالہدیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غمزوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمین ربنا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

سبحٰن ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین ○ والحمد للہ رب العالمین ○ آمین

فقیر ظفرالدین قادری 24 محرم الحرام 1360 ہجری

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدی

کتبہٗ گوہر قلم